امام مالکؒ کا المؤطا میں منہج استنباط و استدلال

حافظ مسعود قاسم*

محمد طاہر ضیاء**

اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت مطہرہ کے تحفظ کا ذمہ خود لیا ہے اور اس کے تحفظ کی ذمہ داری ہر دور و عصر میں مختلف علماء مفسرین، مجتہدین اور فقہاء وغیرہ نے کلیدی طور پر نبھانے کی کوشش کی ہے۔ محدثین و فقہاء میں امام مالک بن انسؒ کا شمار کبار طبقہ ء سابعہ کے محدثین و فقہاء میں ہوتا ہے۔آپؒ ائمہ کرام میں سے ایک ایسے امام ہیں جو حجاز اور عراق دونوں علاقوں میں مشہور ہیں۔ مشرق و مغرب میں آپ کے مذہب سے مستفید ہونے والوں کی کثرت پائی جاتی ہے۔آپؒ کا شمار کامل نبلاء اور عقلاء میں شمار ہوتا ہے۔آپؒ نے حدیث کے وارث ہونے کے ساتھ ساتھ امت میں احکام اور اصول کا علم عام کیا۔

امام مالکؒ نے حدیث کی کتاب "الموطا" کے نام سے تدوین کی جو کتب احادیث میں ایک پائے کا مقام رکھتی ہے۔آپؒ نے اس میں روایت اخذ کرتے ہوئے اور مسائل سے استنباط کرتے ہوئے ایسا منہج اختیار کیا جو بعد میں مسلّم اصول کو حیثیت اختیار کر گیا۔امام مالکؒ کا یہ منہج دو طرح سے ہے؛ایک حدیث کے اخذ کے حوالے سے جبکہ دوسرا مسائل کے اخذ و استنباط و استدلال کے حوالے سے ہے۔اخذِ حدیث کے حوالے سے (اجمالا تحریر کیا جاتا ہے) امام صاحب نے رواۃ کی چھان پھٹک کی۔رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے بارے امام مالکؒ کا اولا فقہی منہج یہ ہے کہ وہ حدیث مسند ہو، یا کسی ثقہ راوی کی مرسل ہو،بعد ازاں حضرت عمر بن خطابؓ کے فیصلوں کا درجہ ہے،اس کے بعد عبداللہ بن عمرؓ کے فتاوٰی ہیں۔اس کے بعد تمام صحابہ اور فقہائے مدینہ کے فتاوٰی ہیں، جیسے: سعید بن مسیبؒ، عروۃ بن زبیرؒ اور قاسم بن محمدؒ وغیرہ ہیں۔ جبکہ دوسرا منہج استنباط و استدلال ہے جس کی تفصیل مندرجہ ذیل اصولوں سے شروع کی جاتی ہے۔

موطأ کے اہم اصولِ استدلال:

---

* لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف ایگری کلچر، فیصل آباد، پاکستان۔

** لیکچرر، نیشنل ٹیکسٹائل یونیورسٹی فیصل آباد۔ پاکستان۔

امام مالکؒ نے موطا میں جن بنیادی قوانین سے عمومی استدلال لیا ہے وہ قرآن کریم، سنت رسول ﷺ، عرف، رائے، اجتہاد، قیاس، استحسان، سد ذرائع اور اہل مدینہ کا عمل اور ان کا اجماع ہے۔ زیادہ تر امام موصوف سنت رسول نبویہ ﷺ اور اہل مدینہ کے اتفاق کا حوالہ دیتے ہیں لیکن اس سے مراد یہ ہرگز نہیں کہ اصل اول کتاب اللہ کو پس پشت ڈالتے ہیں بلکہ موطا حدیث کی کتاب ہونے کے ناطے وہ اکثر سنت سے استدلال لیتے ہیں۔ ان اصولوں کی تشریح مندرجہ ذیل ہیں۔

قرآن کریم:

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئی۔ یہ ایک ہر انفرادی شخص کو انفرادی اجتماعی زندگی گزارنے میں ایک مکمل ضابطہ حیات فراہم کرتی ہے۔ ایک مکمل ضابطہ حیات ہونے کے ساتھ ساتھ یہ کتاب ایک قانون کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کا بنیادی ماخذ ہونے کی وجہ علامہ شاطبیؒ نے بیان کی ہیں۔

علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں، قرآن کریم پوری شریعت کا ضابطہ ملت اسلامیہ کا مرکز، حکمت کا چشمہ، رسالت کی بیّن دلیل آنکھوں اور بصیرتوں کا نور ہے۔ اللہ کی معرفت کا اس کے بغیر کوئی راستہ نہیں اور ہی دنیا و آخرت کی نجات اس کے بغیر ممکن ہے۔ اس کے خلاف کسی بات کو تسلیم نہ کیا جائے گا۔ یہ بات شریعت اسلامیہ سے بداھۃً معلوم ہے۔ لہٰذا اس پر کسی دلیل و ثبوت کی بھی ضرورت نہیں۔(۱)

امام مالکؒ کا موطا اور المدوّنہ میں قرآن کریم سے استدلال نہ لینے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ قرآن شریعت کے مبادیات کا تعین کرتا ہے۔ فروعات اور جزئیات سے بحث نہیں کرتا۔ نیز یہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ قرآنی آیات تمام علماء کی دسترس میں ہیں جبکہ احادیث و آثار اور پھر ان سے استدلال راسخ علماء اور ائمہ فن ہی جانتے ہیں۔

قرآن سے استدلال:

امام مالکؒ بعض مقامات پر قرآن سے استدلال لیتے ہوئے نظر بھی آتے ہیں، مثلاً: ''باب القسم للخيل فی الغزو'' ''جنگ میں مال غنیمت سے گھوڑے کا حصہ'' کے تحت فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی ایک سے زائد گھوڑے میدان جنگ میں لے آئے تو کیا سب کو حصہ ملے گا؟ نہیں، میں نے کسی سے اس بارہ میں نہیں سنا لیکن میری رائے یہی ہے کہ جس پر وہ سوار ہو کر جہاد کرتا ہے۔ اسے صرف اسی کا حصہ ملے گا۔ نیز ترکی گھوڑا اور اونٹنی کا بھی یہی حکم ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''والخيل والبغال والحمير لتركبوها وزينة '' نیز فرمایا: ''وأعدوا لهم مااستطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدوالله وعدوكم''(۲)

"باب ما یکرہ من أکل الدوّاب" کون سے چوپائے کھانا حلال ہے۔" امام مالک فرماتے ہیں کہ انہوں نے اس بارے میں سب سے بہتر حکم یہ سنا ہے کہ گھوڑے، خچر اور گدھے "غیر ماکول اللحم" (جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا) ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینة " نیز سورۃ الانعام میں ہے: "لترکبوھا ومنھا تاکلون" نیز فرمایا: "لیذکروااسم اللہ علی مارزقھم من بھیمة الانعام" اور "فکلوا منھا واطعموا القانع والمعتر"۔امام مالکؒ فرماتے ہیں،ان تمام آیات میں گھوڑا، خچر اور گدھا چوپاؤں کو سواری اور زینت کے لیے جبکہ سورہ انعام میں اسے سواری اور کھانے کے لیے پیدا کرنا بیان کیا ہے۔(۵)،(۳)

سنت:

بادی النظر میں ہی پتہ چل جاتا ہے کہ امام مالکؒ نے سنت کو بطور نص اور اجتہاد دونوں جگہ استعمال فرمایا ہے اور بسا اوقات وہ فقہی اور علمی مقام کے سبب دلیل ذکر کیے بغیر ہی حکم ذکر فرمادیتے ہیں۔

جس طرح مندرجہ ذیل عبارت میں امام صاحب دلیل ذکر کیے بغیر اپنی فقاہت کی بنا پر مقیم مسافر کی نماز کے بارے مجتھدانہ رائے کا اظہار کرتے ہیں:

"قال مالک: من أدرک الوقت وھو فی سفر، فأخر الصلاة ساھیا أو ناسیا، حتی قدم علی أھله، أنه إن کان قدم علی أھله وھو فی الوقت فلیصل صلاة المقیم۔"(۴)

"امام مالک نے فرمایا: جس شخص سفر کی حالت میں نماز کا وقت پالیا، اس نے بھول کر نماز موخر کردی، اگر وہ اپنے گھر وقت پر پہنچا تو اسے مقیم ہی کی نماز پڑھنی ہے۔"

عرف:

امام مالکؒ نے اس اصل سے مستقل طور بھی استدلال کیا ہے اور دیگر اصول کے تابع ہو کر بھی اس سے مدد لی ہے۔ عرف ہر اہل بلد کا اپنا ہی معتبر ہوتا ہے۔ مثلا: "باب ما یجوز من الشرط فی القراض" "مضاربت میں شرط کے جواز کا بیان" کے تحت امام مالک فرماتے ہیں:

"قال مالک فی رجل دفع إلی رجل مالا قراضا واشترط علیه فیه شیئا من الربح خالصا دون صاحبه——فإن کل شیئ من ذلک حلال وھو قراض المسلمین۔"(۵)

ایک آدمی نے اگر کسی دوسرے آدمی کو مضاربت پر رقم دی، وہ رقم خواہ ایک درہم ہی کیوں نہ ہو، اگر کوئی

نسبت مقرر کر لے تو درست ہو گا یعنی نصف ثلث ربع وغیرہ، مسلمانوں کی مضاربت کا یہی طریقہ ہے۔

امام مالک کے ہاں عرف کبھی کبھی صرف اہل مدینہ کے ساتھ خاص ہوتا ہے۔مثال کے طور پر ابن شہاب کے قول "لکل مطلقة متعة" "ہر مطلقہ عورت کے لیے متعہ" ہے، پر امام مالک فرماتے ہیں اس متعہ کی ہمارے ہاں نہ کم نہ زیادہ کی حدبندی معروف نہیں ہے۔(۶)

اس طرح امام مالک زید بن ثابتؓ کے فتویٰ جب تک ثریا طلوع نہ ہو پھلوں کی بیع جائز نہیں، پر تعلیق فرماتے ہیں:

"والامر عندنا فی بیع البطیخ والقثاء والخزبز والجزر: ان بیعه اذا بدا صلاحه حلال جائز،،،——ولیس فی ذلک وقت یؤقت،وذلک أن وقته معروف عندالناس" (۷)

"ہمارے ہاں تربوز، ککڑی، خربوزہ، گاجر اگر تیار ہو جائے تو اس کی بیع جائز ہے اس کے لیے کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے کیونکہ اس کا وقت لوگوں کے ہاں معروف ہے۔

"باب البیع علی البرنامج" "پروگرام کے مطابق بیع کرنا"، کے تحت امام مالک فرماتے ہیں: ہمارے ہاں معاملہ اس طرح ہے کہ لوگ کپڑا یا کوئی غلام خریدتے ہیں جسے ایک اور آدمی سن لیتا ہے، وہ اس قوم کے آدمی سے کہتا ہے جو کپڑا تو نے فلاں آدمی سے خریدا ہے مجھے اس کی صفت اور دیگر معاملات پہنچے ہیں۔اگر میں تیرے حصے میں نفع دے دوں اور وہ حصہ میرا ہو جائے تو کیا ہے؟ وہ اسے تسلیم کر لیتا ہے اب یہ آدمی اس کی جگہ قوم کے نفع نقصان میں شریک ہو جاتا ہے لیکن جب یہ آدمی سامان دیکھتا ہے تو مال اسے پسند نہیں آتا وہ اسے مہنگا خیال کرتا ہے۔امام مالک فرماتے ہیں: ہمارے ہاں اگر اس طرح کوئی مال کسی خاص صفت اور پروگرام کے مطابق بیچا جائے تو خریدار کو حق اختیار نہیں۔ہمارے ہاں لوگ اس پر عمل پیرا رہے لیکن شرط صرف یہ ہے کہ مال ذکر کردہ صفت کے مطابق ہو۔(۸)

اجتہاد:

امام مالکؒ کے ہاں یہ اصل کثیر الاستعمال ہے۔زیادہ تر فقہی احکام کا دارومدار اسی پر ہے جس کی چند مندرجہ ذیل امثلہ ہیں:

الف) امام مالکؒ سے دوہری اذان و اقامت اور دوران اقامت نماز کے لیے کھڑے ہونے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا: اذان و اقامت کے بارے میں مجھے کوئی دلیل نہیں پہنچی سوائے اس کے جس پر میں نے لوگوں کو عمل کرتے پایا ہے۔اقامت دوہری درست نہیں ہمارے شہر کے لوگوں کا اسی پر عمل ہے۔ہاں

لوگوں کا جماعت کی نماز کے لیے کھڑا ہونا تو اسکے لیے کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ میں اس کو لوگوں کی وسعت و طاقت پر محمول کرتا ہوں لوگوں میں کچھ بوجھل اور کچھ ہلکے بدن والے ہوتے ہیں، یہ ممکن نہیں، کہ سب ایک جیسے ہوں۔(۹)

"باب زکاۃ المیراث" "وراثت کی زکاۃ" کے بارہ میں امام مالکؒ فرماتے ہیں:

"إن الرجل إذا هلک ، ولم يؤد زكاة ماله،إنی أرى أن يوخذ ذلک من ثلث ماله،----فلذلک رأيت أن تبدّى على الوصايا۔"(۱۰)

جب کوئی بندہ زکاۃ ادا کیے بغیر انتقال کر جائے، میری رائے یہ ہے کہ اس کے ثلث مال سے زکاۃ وصول کی جائے اور ثلث سے زکاۃ زیادہ ہو تو پھر ثلث سے تجاوز نہ کیا جائے اور یہ عمل وصیت سے مقدم ہوگا۔ میں اسے قرض سمجھتا ہوں، اسی لیے اسے وصیت پر مقدم خیال کرتا ہوں اور اگر کوئی وصیت نہ ہو تو پھر ادائے زکاۃ کا عمل بہتر ہے لیکن یہاں یہ بھی خیال رکھا جائے گا کہ اگر میت نے زکاۃ کی ادائیگی کی وصیت کی ہو تو لازماً زکاۃ ادا کی جائے وگرنہ ضروری نہیں۔

قیاس:

امام مالکؒ قیاس سے استدلال لیتے ہوئے "وهذه المنزلة كذا ،او ما أشبه ذلک،أو مثل ذلک ونحوه" "جیسی عبارات کا استعمال کرتے ہیں اور بسا اوقات علت یا حکمت کی وضاحت بھی فرما دیتے ہیں جس کی درج ذیل مثالیں ہیں:

الف) نفاس والی عورت کو مستحاضہ پر قیاس کرنے کے مسئلہ میں، کہ جب ایام نفاس ختم ہو جائیں اس کا حکم مستحاضہ جیسا ہوگا، فرماتے ہیں:

"الامر عندناأن المستحاضة اذا صلت؛ أن لزوجها أن يصيبها، وكذلک النفساء ---وانما هى بمنزلة المستحاضة"(۱۱)

"ہمارے ہاں مستحاضہ کا حکم یہ ہے کہ جب کوئی عورت نماز پڑھے تو اس کے خاوند کو اس سے جماع کا حق بھی حاصل ہوگا اسی طرح نفاس والی عورت جب ایام نفاس مکمل کر لے پھر خون کے اثرات دیکھے تو مستحاضہ کے مرتبہ پر ہوگی۔

ب) معدن کو کھیتی پر سال نہ گزرنے کی شرط میں قیاس کرنے کے بارے میں امام مالک فرماتے ہیں:

معدن کھیتی کے مرتبے پر ہے۔ معدن سے وہ ہی لیا جائے گا جو کھیتی سے وصول کیا جاتا ہے اور اسی دن لیا جائے گا

جس دن معدن سے نکالا جائے۔ بعینہٖ جس طرح کھیتی سے سال گزرنے کی شرط کے بغیر پیدوار کی کٹائی کے وقت لے لیا جاتا ہے (۱۲)

ج) امام مالکؒ زکاۃ کی فرضیت و عدم فرضیت میں پھلوں کی بعض اقسام کو بعض پر قیاس کرتے ہیں انہوں نے باب قائم کیا ہے "باب مالا زكاة فيه من الفواكه والقضب والبقول"۔ پھر فرماتے ہیں۔ ہمارے ہاں اس بارے میں طریقہ اس طرح ہے کہ جملہ پھلوں میں زکاۃ نہ ہے اور اہل علم سے بھی میں نے یہی سنا ہے۔ کہ تمام پھلوں میں کوئی زکاۃ نہیں۔ انار، انجیر، اور جو، اس کے مشابہہ ہو یا نہ ہو۔ ان تمام پھلوں میں نہ زکاۃ ہے اور نہ ہی اس قیمت پر جس کے عوض ان کو بیچا گیا۔ ہاں اگر بیچنے کے دن نصاب حاصل ہو اور سال گزر جائے تو پھر زکاۃ وصول ہو گی۔ (۱۳)

د) خادم اور مزدور کو چوری کے سلسلہ میں قطع ید سے مستثنیٰ دینے میں خائن پر قیاس کرتے ہوئے امام مالکؒ فرماتے ہیں:

"ليس على الأجير ولا على الرجل؛ يكونان مع القوم يخدمانهم؛ ان سرقاهم قطع؛ لأن حالهما ليست بحال السارق، وانما حالهما حال الخائن وليس على الخائن قطع"

"مزدور اور قوم کے خادم سے جب کوئی چوری کر لے، اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ ان کا حال چور جیسا نہیں ہے بلکہ ان کا حال خائن جیسا ہے اور بلا شبہ خائن پر قطع ید کی سزا نہیں ہے۔ (۱۵)

استحسان:

استحسان کی اصطلاح امام مالکؒ مختلف معانی میں استعمال فرماتے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

الف) "میل" یعنی مائل ہونا، یہ معنی وہ اس وقت مراد لیتے ہیں جب خصوصی طور پر ائمہ کرام کے آثار نقل فرماتے ہیں۔ وہ اپنی رائے کے موافق قول کی طرف مائل ہوتے ہوئے فرماتے ہیں:

"أحسن ما سمعت، أعجبه، أعجب اليّ،ونحوه" "کہ جو میں نے سنا اس سے میں سے مجھے یہ پسندیدہ ہے۔ یا فرماتے ہیں مجھے زیادہ پسند ہے وغیرہ۔ اس کی مثال جمرات پر پھینکی جانے والی کنکری چنے کے دانے کے برابر ہونی چاہیے لیکن مجھے پسند یہ ہے کہ اگر اس سے تھوڑی بڑی ہو تو بہتر ہے۔ (۱۴)

ب) کبھی کبھار استحسان کی اصطلاح امام مالکؒ کسی اور ایسی مصلحت کے لیے استعمال فرماتے ہیں جن کی بنیاد عام قواعد اور شرعی مبادیات پر ہوتی ہے مثلاً اپنے ہی صدقے کو خریدنے کے بارہ میں فرماتے ہیں، جب کوئی آدمی صدقہ کرے پھر اس صدقے کو کسی ایسے شخص کے پاس دیکھے جس پر وہ صدقہ نہیں کیا گیا تھا تو کیا اس کو خرید

سکتا ہے، فرماتے ہیں: "ترکھا احب الی" "نہ خریدنا میرے نزدیک زیادہ اچھا ہے"۔(۱۵)

سد ذرائع:

سد ذرائع کا مطلب ایسے وسائل کو ترک کرنا ہے جن کے ذریعے ارتکاب حرام کا خطرہ لاحق ہو۔ اگرچہ یہ وسائل فی ذاتہ مباح ہوتے ہیں لیکن اس وقت یہ حرام تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں تو جو چیز حرام تک پہنچائے، وہ بھی حرام ہے۔ موطا میں اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

الف) "باب المراطلة" "یعنی کسی چیز کو رطل پیمانے سے بیچنا" کے تحت امام مالکؒ فرماتے ہیں: "من راطل ذهبابذهب، أو ورقا بورق؛ كان بين الذهبين فضل مثقال؛ فأعطى صاحبه قيمته من الورق أو من غيرها؛ فلايأخذه فان ذلك قبيح وذريعة الى الربا" (۱۶) "جس شخص نے سونے کو سونے اور چاندی کو چاندی کے عوض رطل سے بیچا، درآنحالیکہ دونوں سونے کی مقداروں میں ایک مثقال کا فرق تھا۔ اس فرق کی قیمت چاندی یا کسی اور چیز سے ادا کردی جائے تو بائع کو وصول نہیں کرنی چاہیے کیونکہ یہ قبیح ہے اور سود کا ذریعہ ہے۔

ب) "باب جامع الدين والحول" "قرض اور سال گزرنے کا باب" کے تحت امام مالک فرماتے ہیں: اگر ایک آدمی کسی سے کوئی طعام خریدتا ہے اسے پورا ناپ لیتا ہے، قبضے کے بعد اس کے پاس ایک اور خریدار آتا ہے، یہ اسے خبر دیتا ہے کہ میں نے اسے مکمل ماپ کرلیا ہے اور یہ طعام پورا ہے۔ خریدار اس پر اعتماد کرتے ہوئے اسے خریدنے کا اظہار کرتے ہے۔ تو ایسی صورت میں امام صاحب فرماتے ہیں:

"ان ما بيع على هذه الصفة بنقد؛ فلا بأس به، وما بيع على هذه الصفة الى أجل؛ فانه مكروه حتى يكتاله المشترى الاخر لنفسه" (۱۷) "اس طریقہ سے نقد خرید وفروخت ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اگر اس میں ادھار آجائے تو بنا دوبارہ ماپ تول کیے خریدنا مکروہ ہے۔

راوی کہتے ہیں امام مالکؒ اسے اس لیے مکروہ جانتے ہیں کہ یہ سود کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔

عمل اہل مدینہ اور اجماع اہل مدینہ:

امام ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاویٰ میں اس مسئلے کی تحقیق فرمائی ہے، فرماتے ہیں ایسے مسائل جن کے بارہ میں اہل مدینہ کا اجماع یا عمل منقول ہے، بعض متفق علیہ، بعض جمہور کا قول اور بعض ایسے ہیں جو صرف چند احباب کی رائے ہے، انھوں نے اسے چار مراتب میں تقسیم فرمایا ہے، جو درج ذیل ہے:

الف) پہلا مرتبہ نبی اکرم ﷺ کے منقول چیز کے قائم مقام ہوتا ہے، جیسے صاع اور مد کی مقدار، سبزیوں اور

وقف شدہ املاک کی زکاۃ وغیرہ۔ یہ مرتبہ بالاتفاق حجت ہے۔

ب) دوسرا مرتبہ اس عمل مدینہ پر مشتمل ہے جو سیدنا عثمانؓ کی شہادت سے پہلے کا ہے یہ دور امام مالک کے ہاں حجت ہے اور شافعیؒ سے بھی منقول ہے، فرماتے ہیں ''اذا رأیت قد ماء اهل المدينة على شيء فلاتتوقف في قلبك ريبا أنه الحق'' ''جب آپ قدیم اہل مدینہ کو کسی چیز پر عمل کرتے دیکھیں تو اپنے دل میں شک نہ رکھیں کہ یہ حق نہیں ہے۔''

امام احمدؒ کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ خلفائے راشدین کے دور کے ہر طریقے کی اتباع واجب ہے جبکہ امام ابو حنیفہؒ کے اقوال کا بھی یہی تقاضا کرتے ہیں کہ خلفاء راشدین کے اقوال قابل حجت ہیں۔ قدیم اہل مدینہ کا کوئی بھی عمل ایسا نہیں ہے جو سنت رسول ﷺ سے ٹکراتا ہو۔

ج) عمل اہل مدینہ سے ترجیح دینا ہے جب کسی مسئلہ میں دو احادیث یا قیاس باہم ٹکرا جائیں، راجح کا علم نہ ہو، ایک پر اہل مدینہ کا عمل ہو تو اس میں اختلاف ہے۔ مالک اور شافعیؒ کے نزدیک اہل مدینہ کا عمل وجہ ترجیح ہے جبکہ امام ابو حنیفہؒ اسے قابل ترجیح نہیں سمجھتے۔ اور حنابلہ کے ہاں دو قول ہیں۔ امام احمدؒ سے منقول ہے جب اہل مدینہ کسی حدیث پر عمل پیرا ہوں تو وہ ہی راجح ہے۔'' وہ اہل مدینہ کے مذہب پر فتویٰ بھی صادر فرماتے اور اسے اہل عراق کے مذہب پر مقدم کرتے وہ فتوی طلب کرنے والے کو اہل حدیث اور اہل مدینہ کے عمل پر التزام کا مشورہ دیتے، وہ اہل مدینہ کی بات کو عام اہل الرای کے مقابلہ میں رد کرنے کو مکروہ خیال کرتے۔ فرماتے ہیں: ''یہ لوگ احادیث کے متبع ہیں''۔

د) متاخرین اہل مدینہ عمل، آیا حجت ہے یا نہیں؟ جمہور کے نزدیک یہ عمل شرعی حجت نہیں ہے۔ محقق مالکیہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: میں نے امام مالکؒ کی کلام سے واضح طور پر اس عمل کو حجت نہیں سمجھا ہے۔ وہ موطا میں متفق علیہ عمل کی نشاندہی فرماتے ہیں۔ اگر امام مالک کے ہاں متاخرین اہل مدینہ کا عمل حجت ہوتا پھر تو تمام متاخرین امت پر اس کی اتباع واجب ہوتی۔ اگرچہ یہ نصوص کے خلاف ہی کیوں نہ ہوگا۔ لٰہذا متاخرین کے لیے اس پر عمل کرنا ایسا ہی ہوتا جس طرح اتباعِ حدیث اور متفق علیہ سنت اور اجماع پر عمل پر لازم ہوتا۔ کسی نے یہ مشورہ دیا کہ لوگوں کو موطا کے خلاف ابھارا جائے لیکن وہ باز رہے اور فرمایا کہ اصحاب رسول ﷺ مختلف شہروں میں پھیل گئے اور میں نے اپنے شہر کا علم یکجا کر دیا۔ (۱۸)

وہ مسائل جن میں امام مالکؒ نے عمل اہل مدینہ سے حجت پکڑی ہے اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

الف) ''باب العيب في الرقيق'' کسی خریدے ہوئے غلام میں عیب کا ظہور'' کے تحت امام مالکؒ فرماتے ہیں

اگر کوئی آدمی کسی غلام کو خریدے پھر اس سے بڑی اجرت یا مخصوص غلے کے عوض معاہدہ کرلیا، پھر اس میں عیب نظر آگیا تو اس عیب کی وجہ سے وہ غلام واپس ہو جائے گا اسے اس کا غلہ اور اجرت واپس مل جائے گی۔ اسی پر ہمارے شہر کے علماء کا فتوی ہے۔ (۱۹)

ب) "باب ما يجوز من بيع الحيوان بعضه ببعض والسلف فيه" "بعض حیوان کو بعض کے بدلے بیچنا اور بیع سلف کرنا" کے تحت فرماتے ہیں: "ومن سلف فی شیء من الحیوان الی اجل مسمی فوصفه وحلاه ونقد ثمنه؛ ---والذی لم یزل علیه أهل العلم ببلدنا" (۲۰) "جس شخص نے کس حیوان کے بارہ میں بیع سلف کی حیوان کا مکمل وصف بیان کیا، نقد قیمت وصول کرلی، تو یہ جائز ہے، بائع اور مشتری دونوں پر بیع لازم ہو جاتی ہے یہی وہ عمل ہے جس پر لوگوں کا عمل ہے اور ہمارے شہر کے اہل علم کا یہی فتوی ہے۔

ج) عمر بن خطابؓ کی روایت کہ نبی اکرم ﷺ نے منبر پر آیت سجدہ تلاوت کی، جمعے کا دن تھا وہ نیچے اترے، سجدہ کی، لوگوں نے بھی سجدہ کیا پھر آئندہ جمعے کو دوبارہ آیت سجدہ تلاوت کی، لوگ پھر سجدہ کے لیے تیار ہوئے تو آپؐ نے فرمایا: "علی رسلکم، ان الله لم یکتبها علینا الاأن نشاء" اللہ تعالی نے ہم پر فرض نہیں کیا، اسے ہم صرف اپنی چاہت سے کر سکتے ہیں۔ منبر سے اتر کر سجدہ کرنے پر ہمارے ہاں کوئی عمل نہیں ہے۔ (۲۱)

د) یحییٰ بن عبدالرحمان بن حاطب کی روایت ہے کہ حاطب کے کچھ غلاموں نے مزینہ کے لیے ایک آدمی کی اونٹنی چوری کرلی، اور اسے ذبح کرلیا۔ انھوں نے عمر بن خطابؓ کی خدمت پر دعوی پیش کر دیا۔ عمرؓ نے کثیر بن صلت کو حکم دیا کہ ان کے ہاتھ کاٹ دو پھر عمرؓ نے فرمایا: "والله لأغرمنک غرما یشق علیک" "مجھے محسوس ہوتا ہے کہ تو اس طرح غلاموں کو اپاہج کر کے بھوکا مار دے گا۔ پھر عمرؓ نے مزنی سے سوال کیا تیری اونٹنی کی قیمت کتنی ہو گی؟ مزنی نے جواب دیا ۴۰۰ درھم سے زیادہ ہے۔ عمرؓ نے فرمایا: اسے ۸۰۰ درھم ادا کرو۔ امام مالک اس پر اضافہ کرتے ہیں "ولیس علی هذا العمل عندنا فی تضعیف القیمة۔" ہمارے ہاں اس طرح دوگنی کرنے کا طریقہ رائج نہیں ہے ہمارے ہاں لوگ صرف اونٹ کی اصل قیمت ہی بطور ہرجانہ ادا کرتے ہیں یا اونٹ کے علاوہ کوئی اور جانور ہو تو اس دن کی قیمت دینا ہوگی جس دن اسے غصب کیا ہوگا۔ (۲۲)

امام مالکؒ کا "الموطا" میں فقہی مسائل بیان کرنے کا منہج:

الموطا میں متنوع کتب وابواب کے مطابق مختلف انواع کے فقہی مسائل پائے جاتے ہیں لیکن جب کسی باب میں کوئی حدیث یا اثر مل جائے تو ان مسائل کی تعداد میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ اور جب کوئی روایت موجود ہی نہیں

ہوتی تو یہ فقہی مسائل کثرت سے متفرع ہوتے جاتے ہیں اور جب امام موصوف رائے اور عمل اہل مدینہ یا ان کے استحسان کا سہارا لیتے ہیں تب بھی فقہی مسائل کثرت سے متفرع ہوتے جاتے ہیں۔

موطا کے اکثر ابواب:

البیوع، العقول، العتق، الولاء، النکاح، الطلاق اور ان کے ملحقات متفرع ہوتے ہیں۔ لہٰذا موطا میں فقہی مسائل کو درج ذیل اصناف میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

خالص فقہی مسائل:

"الموطا" کی بعض کتب اور اس کے بعض ابواب، مرویات سے خالی ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں امام موصوف ایک اور تشریعی اصول کا سہارا لیتے ہیں، وہ ہے اہل مدینہ کا عمل اور فقہاء کے اقوال۔ ان ابواب کے اجتہادی مسائل نے موطا میں کافی جگہ حاصل کر لی ہے۔ حتیٰ کہ بعض نے موطا کو فقہ کی کتاب شمار کر لیا حالانکہ یہ حقیقت میں حدیث و فقہ دونوں کے لیے تالیف کی گئی ہے۔

موطا کی وہ کتب اور ابواب جن میں امام مالک نے خالص اپنے اجتہاد سے فتوے اور مسائل ذکر کیے وہ ابواب درج ذیل ہیں:

"کتاب الزکاۃ" میں "مالا زکاۃ فیہ من الثمار" کتاب الاعتکاف میں "النکاح فی الاعتکاف"، کتاب الحج میں "مالایجب فیہ التمتع" اور "جامع الفدیہ"، کتاب البیوع میں "البیع علی البرنامج"، کتاب القراض میں "جامع ماجاء فی القراض"، کتاب الوصیۃ میں وصیت کے بارے میں بعض ابواب مثلاً: "امر الحامل والمریض والذی یحضر القتال فی اموالھم" اور "الوصیۃ للوارث والحیازۃ" وغیرہ، کتاب العتق اور کتاب العقول کے کئی ابواب میں امام مالک کے اجتہادی مسائل اور فتاویٰ پائے جاتے ہیں، مثلاً "کتاب الاعتکاف" میں مذکور ہے:

قال مالک: لا باس بنکاح المعتکف نکاح الملک ما لم یکن المسیس(۲۳)

اسی طرح "کتاب الزکاۃ" میں یوں مذکور ہے:

"قال مالک : إن الرجل إذا کان له مایجد،منه أربعة أوسق من التمر" (۲۴)

موطا امام مالک میں کتب وابواب کے تنوع سے موطا میں موجود فقہی مسائل کے متنوع ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ جب کسی بات میں حدیث یا اثر پایا جائے گا وہاں فقہی مسائل کم اور جہاں کوئی روایت نہ ہو وہاں بکثرت ہوں گے۔ بسااوقات امام مالک فقہی مسائل کو اپنی رائے اہل مدینہ کے عمل اور ان کے استحسانات کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ موطا میں زیادہ تر جزوی اور فروعی مسائل البیوع والعقول، العتق

والولاء، مسائل النکاح والطلاق اور ان کے ملحقات سے متعلقہ ہیں۔
موطا کے بعض ابواب کلیتاً روایات سے خالی نظر آتے ہیں۔امام مالک نے وہاں دیگر شرعی قوانین کی پاسداری فرمائی ہے۔جن میں مشہور ترین عمل اہل مدینہ اور فقہاء کے اقوال ہیں۔ان فقہی مسائل نے موطا میں کافی جگہ گھیر رکھی ہے۔حتیٰ کہ بعض قارئین نے اسے فقہی کتاب کا درجہ دیا ہے۔حالانکہ یہ کتاب حدیث اور فقہ دونوں کا مجموعہ ہے۔وہ ابواب و کتب جن میں امام مالکؒ نے اپنے اجتہاد سے خالص فقہی مسائل مرتب کیے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

"مالا زکاۃ فیه الثمار فی کتاب الزکاۃ، باب النکاح فی الاعتکاف، باب مالا یجب فیه التمتع، باب جامع الفدیة، البیع علی البرنامج،جمیع کتاب الفرائض،جمیع کتاب القراض،بعض ابواب الوصیة اور ابواب العتق والعقول۔"

مسائل فقھیہ غیر ظاھرۃ:
یعنی ایسے فقہی مسائل جن میں امام مالک نے اپنی رائے کا اظہار یا فتوی صادر نہیں کیا آپ کسی موضوع پر کوئی حدیث بطورِ نص ذکر کرتے ہیں۔ایسے ابواب میں آپ محض احادیث و آثار کا سہارا لیتے ہیں اور ان میں امام مالکؒ کی کوئی ظاہری رائے یا فتوی کا دخل نہیں ہوتا۔
امام مالک بعض ابواب و کتب مسائل کے ضمن میں احادیث و آثار ذکر کرتے ہیں،مثلا:باب وقوت الصلاۃ، باب وقت الجمعة،باب من ادرک رکعة من الصلاۃ، باب دُلوک الشمس وغسق اللیل،باب العمل فی القراءۃ ، باب القراءۃ فی الصبح، باب ما جاء فی ام القرآن،باب التامین خلف الامام،کتاب السھو،کتاب الصلوۃ فی رمضان اور کتاب الجهاد کے بعض ابواب اسی قسم کے ہیں۔
اس صورتِ حال کے ہوتے ہوئے الموطا،حدیث رسول میں تصنیف شدہ کسی کتاب سے مختلف نہیں ہے سوائے ان تصانیف کے جو فقہ اور اس کے مسائل کے ابواب کے مطابق ہیں۔متاخرین ائمہ حدیث نے بھی اسی طریقہ کو اپنایا ہے۔کیونکہ فقہ کے خفیہ مسائل واحکام کا اخذ کرنا ان کتب کی مرویات اور ان کے دلائل سے ممکن ہے۔

مرویات سے ماخوذ فقہی مسائل:
یہ طریقہ کار امام مالک کی الموطا میں آپ کی فقاہت کا بین ثبوت ہے۔اور آپ کبھی کبھی اس کے برعکس ایک مسئلہ لاتے ہیں،پھر اس کی تائید میں کتاب یا سنت کے دلائل ذکر کرتے ہیں۔اس طرح آپ ہمارے سامنے ظاہری دلائل شرعیہ سے شرعی احکام استنباط کرنے کا مثالی طریقہ پیش کرتے ہیں۔

ذیل میں موطا سے ایک اور مثال پیش کی جاتی ہے جس سے اس طریقہ کار کی وضاحت ہو جائے گی۔ امام مالک، عبداللہ بن ابی بکر بن حزم سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے جو مکتوب عمرو بن حزمؓ کے نام لکھا اس میں یہ الفاظ تھے کہ:

ان لا یمس القرآن الاطاھر (۲۵)

"پاک شخص کے سوا کوئی قرآن کو نہ چھوئے"

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ میں جو میں نے سب سے بہتر چیز سنی، وہ یہ آیت ہے:

لا یمسه الاالمطھرون (۲۶)

سورہ عبس میں اللہ تعالیٰ نے درج ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:

"کلا انھا تذکرۃ، فمن شاء ذکرہ، فی صحف مکرمۃ،مرفوعۃ مطھرۃ ،بایدي سفرۃ، کرام بررۃ"(۲۷)

لوگوں میں پھیلے مسائل:

لوگوں میں بہت سے مسائل پھیلے ہوئے ہیں جن میں سے بعض تو مشروع ہیں اور بعض بدعت ہیں۔امام مالکؒ نے موطا میں کئی ایسے مسائل ذکر کیے جو لوگوں میں پھیل چکے ہیں اور لوگ بوجہ جہالت ان پر عمل پیرا ہیں۔اس کی مثال آپ نے روزے دار کے بعد از نماز عصر مسواک کرنے کی دی ہے۔

امام مالک فرماتے ہیں:

"أنه سمع اهل العلم لا یکرھون السواک للصائم فی رمضان فی ساعۃ من ساعات النھار،لا فی أوله ولا فی آخرہ ولم اسمع احدا من اھل العلم یکرہ ذلک ولا ینھی عن ذلک" (۲۸)

امام مالک نے اہل علم سے سنا کہ وہ رمضان میں روزے دار کے لیے دن کی کسی گھڑی میں نہ دن کے شروع اور نہ ہی دن کے آخر میں مسواک کرنا مکروہ نہیں سمجھتے تھے۔(آپ فرماتے ہیں کہ) میں نے اہل علم میں سے کسی کو مسواک کو مکروہ سمجھتے یا اس سے منع کرتے ہوئے نہیں سنا۔

امام مالکؒ نے اس سلسلہ میں ایک اور اجتہادی مسئلہ کا ذکر کیا،آپ عید الفطر کے بعد شوال کے چھ مسنون روزوں کے مکروہ خیال کرتے ہیں۔چنانچہ آپؒ کے لائق شاگرد اور موطا کے راوی یحیٰ مصمودی فرماتے ہیں:

"سمعتُ مالکا یقول فی صیام ستۃ ایام بعد الفطر من رمضان. انه لم یر احدا من اھل العلم والفقه یصومھا، ولم یبلغنی ذلک عن احد من السلف،وان اھل العلم یکرھون ذالک، ویخافون بدعته وان

یلحق برمضان مالیس منہ اھل الجھالۃ والجفاء، لو راوا ذلک رخصۃ عند اھل العلم وراوھم یعملون ذلک" (۲۹)

"میں نے امام مالک کو رمضان کے روزوں کے اختتام (عید الفطر) کے بعد چھ روزوں کے بارے میں کہتے ہوئے سنا کہ (مالک نے) علماء وفقھاء میں سے کسی سے یہ (روزے رکھنے کی حدیث) نہیں پہنچی، اور اہل علم اسے مکروہ خیال کرتے ہیں اور اس کے بدعت ہونے سے ڈرتے ہیں۔ اور اس بات سے بھی ڈرتے ہیں کہ جہل وجفاء والے رمضان کے ساتھ وہ چیز (چھ روزے) ملادیں، جو اس میں سے نہیں ہے۔ (یحیٰؒ مصمودی فرماتے ہیں:) کاش یہ لوگ اسے اہل علم کے ہاں رخصت خیال کرتے! کاش وہ انہیں یہ کام کرتے (چھ روزے رکھتے) دیکھ لیتے!

لیکن یہ بات بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ یہ صحیح مسلم کی صحیح حدیث سے رمضان المبارک کے بعد شوال کے چھ روزے سنت مطہرہ سے ثابت ہیں: رسول اللہؐ نے فرمایا:

من صام رمضان ثم اتبعہ ستا من الشوال، کان کصیام الدھر (۳۰)

"جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد چھ شوال کے رکھے، وہ ایسے ہے جیسے اس نے زمانہ بھر کے روزے رکھے۔"

غیر ظاہر فقہی مسائل:

اس طریقہ کار سے مراد ابواب کے ضمن ہی میں کسی خاص موضوع سے متعلقہ نص کا ذکر کرنا ہے جس سے امام مالکؒ کی رائے کا علم ہوتا ہے۔ یاد رہے امام صاحب کے ہاں اس مسئلہ میں کوئی خاص رائے یا فتوی نہیں ہوتا۔ مثلا: باب وقوت الصلاۃ، باب وقت الجمعۃ، باب من ادرک رکعۃ من الصلاۃ، باب فی دلوک الشمس وغسق اللیل، باب العمل فی القراءۃ، والقراءۃ فی الصبح، وما جاء فی ام القرآن، والتامین خلف الامام، وکتاب السھو وکتاب الصلاۃ فی رمضان اور اسی طرح کتاب الجھاد کے چند ابواب ہیں۔

کتاب موطأ کسی بھی دیگر حدیث کی کتاب سے مختلف نہیں ہے سوائے ان احادیث کے طرز بیان سے جو فقہی انداز سے مرتب ہیں۔ امام مالکؒ کے بعد اس طریقے کو ائمہ حدیث کے ہاں بڑی پذیرائی نصیب ہوئی۔ اس طرح کی وضاحت مثالوں کے ساتھ کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ بہر حال اس طریقہ سے بیان کردہ مسائل پیچیدہ ہوتے ہیں جن کو روایات اور دلائل سے ثابت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

مدلل فقہی مسائل:

امام مالکؒ نے موطا میں عمومی طور پر یہی طریقہ استعمال کیا اور وہ یہ کہ پہلے فقہی مسئلہ ذکر کیا جائے۔ بعد ازاں اسے دلیل قرآنی یا حدیث سے مبرھن کیا جائے لیکن کبھی کبھار اس کے برعکس بھی ہوتا ہے کہ نص قرآنی یا حدیث ذکر کی جائے، بعد ازان فقہی مسئلے کا استنباط ہو اس طرح ہمارے سامنے ادلہ ظاہرہ سے احکام شریعت اخذ کرنے کا قابل قدر طریقہ سامنے آتا ہے جس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

الف) مصحف کو بلا طہارت چھونے کے مسئلہ میں امام صاحب فرماتے ہیں: ''لا یحمل احد'' کوئی مصحف کو غلاف یا کسی تکیے کی مدد سے بغیر وضو کے نہ چھوئے۔ دراصل یہ ایک حدیث ہے جو نبی ﷺ نے عمرو بن حزمؓ کو لکھ کر بھیجی تھی۔ ''ان لا یمس القران الاطاهر'' ''کہ قرآن کو سوائے طہارت والے شخص کے کوئی نہ چھوئے'' (۳۱)

پھر امام مالکؒ فرماتے ہیں اس مسئلہ میں سب سے بہتر دلیل جو میں نے سنی ہے وہ آیت قرآنی ''لا یمسه الاالمطرون'' ہے۔ یہ آیت در حقیقت سورہ عبس میں واقع آیات کی ترجمانی ہے۔ سورۃ عبس میں ''کلا إنهاتذكرة، فمن شا ذكره ، فی صحف مكرمه، مرفوعة مطهرة'' (۳۲)

ب) باب أيجوز المسلمين اكله قبل الخمس ''مسلمانوں کے لیے مال غنیمت سے خمس نکالنے سے پہلے کیا کھانا جائز ہے؟ اس حوالے سے امام مالک فرماتے ہیں: مسلمان جب دشمن کی زمین میں داخل ہوں اور وہاں کوئی کھانے کی چیز ہاتھ لگے تو تقسیم سے قبل اسے کھا لینے میں میرے نزدیک کوئی حرج نہیں نیز اونٹ، گائے بکری کو بھی میں کھانے کے مرتبے پر سمجھتا ہوں کہ اسے بھی مسلمان کھا سکتے ہیں کیونکہ اگر تقسیم کا انتظار کیا جائے تو اسلامی لشکر کو ضرر لاحق ہو سکتا ہے تو مناسب طریقے پر اس سے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں اور نہ ہی اس سے کوئی چیز ذخیرہ کرکے گھر لے جانے میں حرج ہے۔ (۳۳)

امام مالکؒ سے اس سلسلہ میں یہ سوال کیا گیا کہ اگر دشمن کی سرزمین سے کوئی کھانے کی چیز مل جائے، اسلامی سپاہی اسے کھالے لیکن پھر بھی زائد بچ جائے تو کیا اسے اپنے ہاں ذخیرہ کر سکتا ہے کہ اس کے اہل خانہ کے کام آئے یا پھر کیا اسے اپنے شہر پہنچنے سے پہلے بیچ سکتا ہے؟ تو امام مالکؒ نے جواب دیا: میری رائے کے مطابق اگر وہ دوران جنگ اسے بیچتا ہے تو اس کی قیمت مسلمانوں کے مال غنیمت میں جمع کرادے اور اگر یہ طعام اس کے گھر پہنچ جائے تو اسے گھریلو استعمال میں کوئی حرج نہیں لیکن شرط یہ ہے کہ وہ بہت زیادہ نہ ہو۔

امام مالکؒ نے اس تمام پر جو قانون و ضابطہ بیان فرمایا ہے دراصل اسے ابتدائے کتاب میں ''جامع النفل فی

الغزو"کے نام سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نجد کی جانب ایک لشکر روانہ کیا جس میں عبداللہ بن عمرؓ بھی تھے وہاں بہت سے اونٹ بطور مال غنیمت ہاتھ لگے ہر ایک کو ۱۲، ۱۲ یا ۱۱ اونٹ ملے پھر بعدازاں اضافی ایک ایک اونٹ بھی دیا گیا۔(۳۴)

سعید بن مسیبؒ سے روایت کرتے ہوئے امام مالکؒ فرماتے ہیں:

"کان الناس اذااقتسموا غنائمھم یعدلون البعیر بعشر شیاہ""لوگ دوران جنگ جب غنائم تقسیم کرتے تو ایک اونٹ ۱۰ بکریوں کی جگہ شمار کرتے۔(۳۵)

عوامی مسائل:

امام مالکؒ نے موطا میں ایسے مسائل سے بھی تعرض کیا ہے جو عامۃ الناس میں شہرت پا گئے اور انھوں نے بعد تحقیق اس پر عمل شروع کر دیا۔ حالانکہ اس میں بہت سی بدعات شامل تھیں اور وہ ایک قسم کے انوکھے مسائل تھے جیسا کہ کتاب الصیام کے آخر میں امام موصوف ذکر کرتے ہیں کہ انھوں نے اہل علم سے سنا ہے کہ روزہ کی حالت میں کسی بھی وقت مسواک مکروہ نہیں ہے۔ کوئی بھی اسے مکروہ یا ممنوع خیال نہیں کرتا۔(۳۶)

شوال کے چھ روزوں کے بارہ میں فرمایا: اہل علم ودانش سے کوئی بھی اسے نہ رکھتا۔ اسلاف سے کسی سے بھی یہ منقول نہ ہے بلکہ وہ اسے مکروہ خیال کرتے اور بدعت شمار کرتے، کیونکہ یہ رمضان کے روزوں میں اضافے کے مترادف ہے۔ یہ سب جہالت اور سرکشی کی وجہ سے ہے۔ اگر یہ روزے ثابت ہوتے تو علما اسلاف اس پر عمل کرتے اور ان سے ان کی مشروعیت منقول ہوتی۔(۳۷)

جمعے کے روزے کے بارہ میں امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اہل علم وفقہ اور ائمہ مقتدی میں سے کسی سے بھی نہیں سنا کہ وہ جمعہ کے دن روزے سے منع کرتے ہوں۔ لہٰذا یہ روزہ مستحب ہے۔ بعض اہل علم اس کا التزام بھی کرتے تھے۔(۳۸)

مسائل عملیہ مجرّبہ:

یہ وہ مسائل ہیں جن میں امام مالکؒ کا لوگوں سے میل ملاپ اور دیگر تجربات مثلاً معادن، نباتات اور مستعمل کپڑوں کو ذکر کیا گیا ہے۔ امام مالکؒ "باب بیع النحاس والحدید وما أشبھھا مما یوزن""پیتل، لوہا اور ان جیسی وزن والی دیگر دھاتوں کی خرید وفروخت کا بیان" کے تحت لکھتے ہیں:

((الامر عندنافیماکان مما یوزن من غیر الذھب والفضۃ والتین والکرسف،وماأشبہ ذالک ممایوزن؛فلابأس بأن یؤخذمن صنف واحد اثنان بواحد یدابید،ولابأس أن یؤخذ رطل حدید برطلی

حديد،ورطل صفر برطلي صفر))

"ہمارے ہاں سونے چاندی کے علاوہ دیگر دھاتیں مثلاً پیتل، سیسہ، سکہ، لوہا، سرکنڈا، روئی اور انجیر اور اس طرح دیگر موزوں اشیاء کا حکم یہ ہے کہ کمی زیادتی سے باہم خرید وفروخت جائز ہے بشرطیکہ نقد ہو۔اس طرح دو رطل لوہے کے عوض ایک رطل لوہا یا دو رطل پیتل کے عوض ایک رطل پیتل لینا دینا درست ہوگا۔"

مزید فرماتے ہیں((ولا خيرفيه:اثنان واحد من صنف واحد الى اجل؛-----))(۳۹)

"اگر ادھار ہو تو ایک ہی صنف میں ایک کے عوض دو کا سودا درست نہیں،ہاں اگر صنف واضح طور پر مختلف ہو پھر ادھار میں بھی حرج نہیں اور اگر ایک صنف دوسرے کے مشابہہ ہو لیکن نام مختلف ہو جسطرح سیسہ،پیتل یا سکہ ہے تو میرے نزدیک ان میں ادھار کمی زیادتی کے ساتھ بیع مکروہ ہوگی۔ان تمام اشیاء میں میں نے جو بھی سنا ہے مجھے یہی پسند ہے اور لوگوں کا ہمارے ہاں اسی پر عمل رہا ہے۔

امام صاحب مزید فرماتے ہیں کہ ماکولات ومشروبات کے علاوہ جو چیزیں ماپ تول سے خریدی یا بیچی جاتی ہیں مثلاً گٹھلی، پتے یا وسمہ وغیرہ، میں نقد کمی زیادتی سے خرید وفروخت درست ہے۔ہاں ادھار کی زیادتی سے بیع درست نہ ہوگی۔ نیز فرماتے ہیں: ہر چیز جس میں لوگوں کا فائدہ ہو اگرچہ وہ کنکری یا سرکنڈا ہی کیوں نہ ہو تو ادھار کی زیادتی سے فروخت سود کے زمرہ میں آئے گی۔

امام مالکؒ "باب السلف وبيع العروض بعضها ببعض" یعنی "بیع سلف اور باہمی سامان کی خرید وفروخت" کے تحت فرماتے ہیں:"ولاباس أن يشترى الثوب من الكتان أو الشطوى أو القصبى بعض"((سوت، السی کا باریک یا صوف کا کپڑا ہو، باہم کمی بیشی سے،خرید وفروخت اس وقت جائز ہے جب ایک صنف نہ ہو؛اگر ایک ہی صنف ہو اور بیع بھی ادھار ہو تو اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔(۴۰)

مالکی مذہب سے متعلق خاص مسائل:

موطا میں ایسے بہت سے مسائل کی نشاندہی کی گئی ہے جن میں مالکی مسلک انتہائی واضح نظر آتا ہے ایسے ہی مسائل میں امام مالک "السنة عندا، الذى ادركت عليه أهل العلم ببلدنا، الامرعندنا" وغیرہ کی اصطلاحات استعمال فرماتے ہیں۔ان مسائل میں دلائل پیش کیے گئے ہیں جن کی سند متصل ہے یا اس میں کئی مضبوط اثر یا اہل مدینہ کا عمل یا پھر کسی تابعی کا فتوی موجود ہے جس کی چند امثلہ درج ذیل ہیں:

الف)"باب النهى عن التضييق على الناس فى الصدقه" "وصول زکاۃ میں لوگوں پر تنگی نہ کرنا" کے تحت

امام صاحب فرماتے ہیں: محمد بن مسلمہ انصاریؓ وصولی زکاۃ کے لیے مقرر تھے وہ جائیداد کے مالک سے کہتے: مجھے اپنی زکاۃ پہنچاؤ تو اگر کوئی ایسی بکری پیش کرتا جس میں مکلّف زکاۃ کا حق ادا نہ بھی ہوتا تو وہ اسے قبول کر لیتے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں: ہمارے ہاں یہی طریقہ ہے اور اہل شہر کا عمل اسی طرح ہے کہ مسلمانوں پر زکاۃ کے معاملہ میں تنگی نہ برتی جائے، جو بھی وہ زکاۃ کی مد میں ادا کریں، لے لیا جائے" امام مالک کی اس حاشیہ آرائی سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل مدینہ کا عمل ان کے دور تک تبدیل نہ ہوا تھا اور وہ اسی طریقے پر زکاۃ دیتے تھے۔ (۴۱)

ب) "باب صیام الیوم الذی یشک فیه" "شک کے دن روزہ رکھنے کے باب میں امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اہل علم سے سنا ہے کہ غلط فہمی سے شعبان کے مہینہ میں رمضان کا روزہ رکھنا منع ہے۔ نیز جس نے رؤیت ہلال کے بغیر روزہ رکھا پھر معلوم ہوا کہ ابھی رمضان شروع نہیں ہوا تو اسے ایک روزے کی قضا دینا ہو گیا اور اس روزے کو نفلی سمجھے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ پھر فرماتے ہیں، ہمارے ہاں اسی پر عمل اور ہم نے ایک شہر کے علماء کو اسی پر پایا ہے۔ (۴۲)

ج) "باب تبدئه اهل الدم فی القسامة" "یہ قسامہ میں سے پہلے مدعی کے قسمیں اٹھانے کا باب" کے تحت امام مالکؒ فرماتے ہیں: "ہمارے ہاں جس پر اتفاق ہے جن علما پر میرا اعتماد ہے میں نے ان سے سنا ہے نیز قدیم و جدید ادوار کے علما اس پر متفق ہیں کہ قسامہ میں پہلے مدعی قسم اٹھائیں گے۔ نیز قسامہ دو میں سے ایک سبب کی وجہ سے واجب ہوتی ہے یا تو مقتول لہ کہے مجھے فلاں نے مارا ہے یا پھر مدعی وارث کو کوئی نہ کوئی دلیل چاہے غیر قطعی ہو، لے کر آئیں کہ فلاں نے اسے قتل کیا ہے۔ پھر فرماتے ہیں یہی وہ طریقہ ہے جس میں ہمارے ہاں کوئی اختلاف نہیں ہے اور لوگوں کا مسلسل اس پر عمل ہے۔ (۴۳)

فقہی لغوی تفاسیر:

الموطا میں خلیط اور شریک میں "باب صدقة الخلطاء" کے تحت فرق کرتے ہوئے مالکؒ فرماتے ہیں جب چرواہا دونوں کا ایک، باڑہ ایک، بیل ایک اور ڈول بھی ایک تو سمجھا جائے کہ دونوں خلیط ہیں اور اگر ایک کا مال الگ ہو، وہ اپنے مال کو پہچانتا بھی ہو وہ خلیط نہیں وہ اصطلاحاً شریک کہلائے گا۔ (۴۴)

سورۃ جمعہ میں لفظ "السعی" کی تفسیر میں فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس سے مراد ایسی کوشش ہے جو فعل و عمل سے کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"واذاتولیٰ سعیٰ فی الارض" مزید فرمایا: "واما من جاءک یسعیٰ وهو یخشیٰ "نیز "ثم أدبر یسعیٰ" اور "إن سعیکم لشتّٰی"۔ ان تمام آیات میں وہ سعی مراد نہیں جسے چلنا یا دوڑنا کہتے ہیں، بلکہ اس سے مراد عمل و

فعل سے کوشش کرنا ہے۔(۴۵)

موطا میں کچھ ایسی تفسیرات بھی ہیں جن کا تعلق کسی مسافت یا ایسے وزن سے ہے جس کا کسی فقہی حکم سے تعلق ہوتا ہے۔ مثلا: "ذوات النصب" اور مدینہ منورہ کے مابین مسافت کا تعین کرتے ہوئے امام صاحب فرماتے ہیں یہ مسافت تقریبا چار برد ہے۔ مزید فرمایا کہ اوقیہ ۴۰ درھم کا ہوتا ہے۔(۴۶)

علاوہ ازیں کچھ ایسی چیزوں کی وضاحت بھی موطا میں پائی جاتی ہے جس کا تعلق کسی مرادی معنی، کسی نص کی وضاحت یا کسی نص کے حکم کی وضاحت سے ہوتا ہے۔ مثلا: عبداللہؓ بن عمرؓ کی قراءت "یا ءیھا الذین أمنوا اذا طلقتم النساءفطلقوھن لعدتھن واحصوا العدة " میں طلاق سے مراد ہر طہر میں طلاق دینا ہے۔(۴۷)

عمر بن خطابؓ سے منقول اثر "لا یجمع بین مفترق ولا یفرق بین مجتمع خشیة الصدقة" کی تفسیر میں امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس کا اثر موضوع اصحاب المواشی ہیں اور "لا یجمع بین مفترق:أن یکون النفر الثلاثة الذین یکون لکل واحد---ولا یفرق بین مجتمع خشیة الصدقة" کا مطلب یہ ہے کہ تین آدمی ہوں۔ ایک کے پاس ۴۰ بکریاں ہوں اس طرح ہر ایک ہر ایک بکری بطور زکاۃ فرض ہو۔ لیکن زکاۃ وصول کرنے کے لیے کوئی آئے تو تینوں افراد اپنی بکریاں یکجا کرلیں پھر ان سب میں صرف ایک بکری زکاۃ ہو گی۔ تو اس سے منع کر دیا گیا ہے۔ پھر "ولا یفرق بین مجتمع" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ دو خلیط جن میں سے ہر ایک کی ۱۰۱ بکریاں ہوں، مشترکہ طور پر اس مال میں سے ۳ بکریاں بطور زکاۃ ادا کرنا ہوں گی۔ لیکن جب وہ ان بکریوں کو دو حصوں میں تقسیم کرلیں گے تو ہر ایک ہر صرف ایک بکری واجب الاداء ہو گی تو اس سے بھی شریعت نے منع کر دیا ہے۔ اور فرمایا: "لا یجمع بین مفترق ولا یفرق بین مجتمع خشیة الصدقة" (۴۸)

نبی اکرم ﷺ کے قول: "لا یخطب أحدکم علی خطبة اخیه" کی تشریح میں امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی کسی عورت کو منگنی کا پیغام بھیجے، عورت اس کی طرف مائل ہو جائے دونوں ایک حق مہر پر متفق ہو جائیں۔ عورت مرد پر کوئی شرط بھی لگالے۔ تو حدیث میں جو منع آیا ہے کہ کوئی اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی نہ کرے وہ اس قسم کی منگنی ہے جس میں اتفاق ہو چکا ہو لیکن اگر باہمی اتفاق ابھی نہیں ہوا ہو۔ صرف بات چل رہی ہو کسی قسم کا میلان بھی نہ ہو تو کسی دوسرے کی قسمت آزمائی میں کوئی حرج نہیں، پھر امام مالک فرماتے ہیں لوگوں پر یہ بری قسمت داخل ہو چکی ہے یعنی لوگ اسے غلط سمجھے ہیں۔(۴۹)

خلاصہ بحث:

بلاشبہ امام مالک بن انسؒ حدیث و فقہ کے کبار ائمہ میں سے ایک ہیں جنھوں نے حدیث کو جمع کرنے کے ساتھ ساتھ اس میں فقہی مسائل کا استنباط و استدلال کی بھی نمایاں جھلک نظر آتی ہے۔اس طریق و منہج پر امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ بھی چلے لیکن جو رجحان فقہی مسائل کے استنباط و استدلال کے حوالے سے متعین کر دیا وہ متاخرین فقہاء وائمہ و محدثین کے لیے ایک رہنما اصول کی حیثیت رکھتا ہے۔امام مالکؒ نے دورِ صحابہ کی قربت کی وجہ سے اپنی الموطا میں اقوالِ صحابہ، قضایا عمرؓ، اقوالِ ابن عمرؓ کو خصوصی اہمیت دیتے ہوے ان سے مسائل کا استنباط بھی کیا۔اس کے ساتھ ساتھ تراجم ابواب (حدیث کی باب سے مناسبت) بھی خصوصی اہمیت کے حامل ہیں جن میں خالص فقہی، علاقائی، عملی اور عوامی مسائل کے حوالے سے استدلال قابلِ ذکر ہیں۔امام صاحبؒ نے اپنی الموطا میں مراسیل کا بڑے اہتمام کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔ان مراسیل کو اختیار کرنے کی وجہ بھی دورِ صحابہ سے قربت کو قرار دیا۔الغرض یہ منہج استنباط واستدلال متاخرین فقہاء و محدثین کے لیے راہنما اصول کی حیثیت رکھتا ہے۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) الشاطبی، ابراھیم بن موسیٰ مالکی، ابو اسحاق (م:۷۹۰ھ)، الموافقات فی اصول الشریعة، مصر: مکتبة التجاریة الکبریٰ، ۱۹۷۵ء، ص۳/۲۴۶

(۲) مالک بن انس (م:۱۷۹ھ)، الموطأ، (تحقیق، بشار عواد)۔دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۷ء، ص۱/۵۸۸، برقم ۱۳۱۷۔۱۳۱۸

(۳) الموطا: ۲/۶۴۱، برقم ۱۴۳۵

(۴) الموطا: ۱/۴۴، برقم ۲۳

(۵) الموطا: ۲/۲۲۴، برقم ۲۰۱۷

(۶) الموطا: ۲/۸۵، برقم ۱۶۷۱

(۷) الموطا: ۲/۱۶۰، برقم ۱۸۱۴

(۸) الموطا: ۲/۲۰۰، برقم ۱۹۵۷

(۹) المؤطا: ۱/۱۱۳، برقم ۱۸۰

(۱۰) المؤطا: ۱/۳۴۳، برقم ۱۰۳۷

(۱۱) المؤطا: ۱/۱۰۶، برقم ۱۶۷

(۱۲) المؤطا: ۱/۳۳۹، برقم ۶۷۰

(۱۳) المؤطا: ۱/۳۷۲، برقم ۷۵۰

(۱۴) المؤطا: ۱/۵۴۲، برقم ۱۲۱۳

(۱۵) المؤطا: ۱/۳۷۸، برقم ۷۶۸

(۱۶) المؤطا: ۲/۱۶۴، برقم ۱۸۶۰

(۱۷) المؤطا: ۲/۲۰۷، برقم ۱۹۷۱

(۱۸) ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم، مجموعة الفتاوی، ریاض: دارعالم الکتب للطباعة والنشر والتوزیع، ۱۹۹۱ء، ص ۲۰/۱۷۲

(۱۹) المؤطا: ۲/۱۳۴، برقم ۱۱۷۹

(۲۰) المؤطا ۲/۱۸۰، برقم ۱۹۰۷

(۲۱) المؤطا: ۱/۸۲، برقم ۵۵۹

(۲۲) المؤطا: ۲/۲۹۳، برقم ۲۱۷۸

(۲۳) المؤطا، ۱/۴۲۶، برقم ۸۸۶

(۲۴) المؤطا ۲/۱۹۹، برقم ۱۹۵۵

(۲۵) المؤطا: ۱/۲۷۵، برقم ۵۳۵

(۲۶) الواقعہ: ۷۹

(۲۷) قاضی عیاض، موسیٰ بن عیاض السبتی، ترتیب المدارک وتقریب المسالک لمعرفة أعلام مذهب مالک، طبعہ ثانیہ المکتبة المغربیة، وزارة الاوقاف والشئون الاسلامی؛ ۱۹۸۳، ص ۲/۶۷

(۲۸) نفس المرجع: ص ۱/۴۱۷

(۲۹) ایضا

(۳۰) مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، ریاض: دارالسلام للنشر والتوزیع، ۱۹۹۹ء، ص ۴۷۹، حدیث نمبر ۲۷۵۸

(۳۱) المؤطا: ۲۷۵/۱ برقم ۵۳۵

(۳۲) المؤطا: ۲۷۵/۱ برقم ۵۳۶

(۳۳) المؤطا: ۵۸۲/۱، برقم ۱۳۰۲

(۳۴) المؤطا: ۵۸۰/۱، برقم ۱۲۹۹

(۳۵) ایضا

(۳۶) المؤطا: ۴۱۵/۱ برقم ۸۶۳

(۳۷) المؤطا: ۴۱۷/۱ برقم ۸۶۳

(۳۸) المؤطا: ۴۱۵/۱، برقم ۸۶۵

(۳۹) المؤطا: ۱۹۰/۲ برقم ۱۹۳۴

(۴۰) المؤطا: ۱۹۰/۲ برقم ۱۹۳۰

(۴۱) المؤطا: ۳۵۹/۱ برقم ۷۱۷

(۴۲) المؤطا: ۴۱۴/۱، برقم ۸۵۸

(۴۳) المؤطا: ۴۵۱/۲ برقم ۲۵۷۵

(۴۴) المؤطا: ۳۵۴/۱ برقم ۷۰۹

(۴۵) المؤطا: ۱۶۳/۱ برقم ۲۸۶

(۴۶) المؤطا: ۲۱۰/۱ برقم ۳۹۴

(۴۷) المؤطا: ۱۳۴/۲، برقم ۱۷۹۹

(۴۸) المؤطا: ۳۵۴/۱، برقم ۷۱۱

(۴۹) المؤطا: ۲۷/۲، برقم: ۱۴۹۱

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صلى الله عليه وسلم